جاوید احمد غامدی

اخلاقیات

(۵)

گزشتہ سے پیوستہ

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

اس کے علاوہ جو احکام ان آیتوں میں بیان ہوئے ہیں، اس کی تفصیلات درج ذیل ہیں:

اللہ کی عبادت

پہلا حکم یہ ہے کہ جب اللہ کے سوا کوئی الٰہ نہیں ہے تو پھر عبادت بھی اسی کی ہونی چاہیے۔ اس عبادت کے بارے میں اس سے پہلے اسی کتاب میں ''دین کی حقیقت'' کے زیر عنوان ہم بیان کر چکے ہیں کہ اس کی حقیقت خضوع اور تذلل ہے جس کا اولین ظہور پرستش کی صورت میں ہوتا ہے۔ پھر انسان کے عملی وجود کی رعایت سے یہی پرستش اطاعت کو شامل ہو جاتی ہے۔ پہلی صورت کے مظاہر تسبیح و تحمید، دعا و مناجات، رکوع و سجود، نذر، نیاز، قربانی اور اعتکاف ہیں۔ دوسری صورت میں آدمی کسی کو مستقل بالذات شارع و حاکم سمجھ کر اس کے لیے تحلیل و تحریم اور امر و نہی کے اختیارات مانتا اور اس کے حکم پر سر تسلیم خم کرتا ہے۔ اللہ، پروردگار عالم کا فیصلہ ہے کہ ان میں سے کوئی چیز بھی اس کے سوا کسی اور کے لیے نہیں ہو سکتی۔ 'قضی ربك الا تعبدوا الا اياه' کے الفاظ میں اللہ تعالیٰ نے اپنا یہی فیصلہ بیان فرمایا ہے۔ لہٰذا کوئی شخص اگر کسی کی تسبیح و تحمید کرتا ہے یا اس سے دعا و مناجات کرتا ہے یا اس کے لیے رکوع و سجود کرتا ہے یا اس کے حضور میں نذر، نیاز یا قربانی پیش کرتا ہے یا اس کے لیے اعتکاف کرتا ہے یا تحلیل و تحریم کے اختیارات مانتا ہے تو اس کے معنی یہ ہیں کہ اس نے اللہ تعالیٰ کے اس فیصلے کو ماننے سے انکار کر دیا ہے۔ قرآن کے

مخاطبین میں سے جو لوگ اس جرم کے مرتکب تھے، ان کی غلطی اس نے اسی صراحت کے ساتھ واضح فرمائی ہے۔

سورج اور چاند کو سجدہ کرنے والوں سے کہا ہے:

لَا تَسۡجُدُوۡا لِلشَّمۡسِ وَلَا لِلۡقَمَرِ، وَاسۡجُدُوۡا لِلّٰہِ الَّذِیۡ خَلَقَہُنَّ، اِنۡ کُنۡتُمۡ اِیَّاہُ تَعۡبُدُوۡنَ. (حٰم السجدہ ۴۱: ۳۷)

''سورج کو سجدہ کرو اور نہ چاند کو، بلکہ اس اللہ کے سامنے سجدہ ریز رہو جس نے انھیں بنایا ہے، اگر تم اسی کی عبادت کرتے ہو۔''

بزرگوں سے دعا و مناجات کرنے والوں کو سمجھایا ہے:

وَالَّذِیۡنَ یَدۡعُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰہِ، لَا یَخۡلُقُوۡنَ شَیۡئًا وَّہُمۡ یُخۡلَقُوۡنَ، اَمۡوَاتٌ غَیۡرُ اَحۡیَآءٍ وَمَا یَشۡعُرُوۡنَ اَیَّانَ یُبۡعَثُوۡنَ. (النحل ۱۶: ۲۰۔۲۱)

''اور جنھیں یہ اللہ کے سوا پکارتے ہیں، وہ خود مخلوق ہیں، کچھ پیدا نہیں کرتے۔ مردہ ہیں، زندہ نہیں ہیں اور اُن کو پتا بھی نہیں کہ کب اٹھائے جائیں گے۔''

اللہ تعالیٰ کی پیدا کی ہوئی کھیتیوں اور مویشیوں کو انھی ہستیوں کے حضور میں نذر اور قربانی کے لیے خاص کرنے والوں کو متنبہ کیا ہے:

وَجَعَلُوۡا لِلّٰہِ مِمَّا ذَرَاَ مِنَ الۡحَرۡثِ وَالۡاَنۡعَامِ نَصِیۡبًا، فَقَالُوۡا: ہٰذَا لِلّٰہِ بِزَعۡمِہِمۡ وَہٰذَا لِشُرَکَآئِنَا، فَمَا کَانَ لِشُرَکَآئِہِمۡ فَلَا یَصِلُ اِلَی اللّٰہِ، وَمَا کَانَ لِلّٰہِ فَہُوَ یَصِلُ اِلٰی شُرَکَآئِہِمۡ، سَآءَ مَا یَحۡکُمُوۡنَ. (الانعام ۶: ۱۳۷)

''اور خدا نے جو کھیتی اور چوپائے پیدا کیے ہیں، اُن میں ایک حصہ انھوں نے اللہ کا مقرر کر رکھا ہے۔ پھر کہتے ہیں: یہ حصہ تو اللہ کا ہے، ان کے گمان کے مطابق، اور یہ اُن کا ہے جنھیں ہم اللہ کے شریک ٹھیراتے ہیں۔ اس پر مزید یہ کہ جو حصہ ان کے شریکوں کا ہے، وہ تو اللہ کو نہیں پہنچتا اور جو اللہ کا ہے، وہ ان کے شریکوں کو پہنچ سکتا ہے۔[29] کیا ہی بُرا فیصلہ ہے جو یہ لوگ کرتے ہیں۔''

علما اور فقہا کے لیے تحلیل و تحریم کے اختیارات مان کر ان کی اطاعت کرنے والوں کو توجہ دلائی ہے:

اِتَّخَذُوۡۤا اَحۡبَارَہُمۡ وَرُہۡبَانَہُمۡ اَرۡبَابًا مِّنۡ دُوۡنِ اللّٰہِ وَالۡمَسِیۡحَ ابۡنَ مَرۡیَمَ وَمَاۤ اُمِرُوۡۤا اِلَّا لِیَعۡبُدُوۡۤا اِلٰـہًا وَّاحِدًا لَاۤ اِلٰـہَ اِلَّا ہُوَ سُبۡحٰنَہٗ عَمَّا یُشۡرِکُوۡنَ. (التوبہ ۹: ۳۱)

''اپنے علما اور درویشوں کو انھوں نے اللہ کے سوا اپنا رب بنا لیا ہے اور مسیح ابن مریم کو بھی، دراں حالیکہ ان کو ایک ہی معبود کی عبادت کا حکم دیا گیا تھا۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ وہ پاک ہے اُن چیزوں سے جنھیں یہ شریک ٹھیراتے ہیں۔''

۲۹؎ یہ اس حماقت در حماقت کا ذکر ہے کہ بتوں کے نام کی بکری مر جائے تو اس کی تلافی لازماً خدا کے حصے میں سے کر دی جائے گی، لیکن اگر اس طرح کی کوئی آفت خدا کے نام پر نکالے ہوئے حصے پر آ جائے تو اس کی تلافی بتوں کے حصے میں سے نہیں ہو گی۔

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

چنانچہ اس طرح کی تحلیل وتحریم کو قرآن نے باطل قرار دیا اور بحیرہ، سائبہ، وصیلہ اور حام کے نام سے بعض جانوروں کے لیے جو ممنوعات اہل عرب نے قائم کر رکھے تھے، ان کے بارے میں صاف کہہ دیا کہ ان کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔

'بحیرة' اس اونٹنی کو کہتے تھے جس سے پانچ بچے پیدا ہو چکے ہوتے اور ان میں آخری نر ہوتا۔ اسی اونٹنی کے کان چیر کر اسے آزاد چھوڑ دیا جاتا تھا۔

'سائبة' اس اونٹنی کو کہتے تھے جسے کسی منت کے پورا ہو جانے کے بعد آزاد چھوڑ دیتے تھے۔

'وصیلة' بعض لوگ نذر مانتے تھے کہ بکری اگر نر جنے گی تو اسے بتوں کے حضور پیش کریں گے اور اگر مادہ جنے گی تو اپنے پاس رکھیں گے۔ پھر اگر وہ نر و مادہ، دونوں ایک ساتھ جنتی تو اس کو وصیلہ کہتے اور ایسے نر کو بتوں کی نذر نہیں کرتے تھے۔

'حام' اس سانڈ کو کہتے تھے جس کی صلب سے کئی پشتیں پیدا ہو چکی ہوتیں۔ اسے بھی آزاد چھوڑ دیتے تھے۔

ارشاد فرمایا ہے:

مَا جَعَلَ اللّٰهُ مِنْ بَحِيْرَةٍ وَّلَا سَآئِبَةٍ وَّلَا وَصِيْلَةٍ وَّلَا حَامٍ، وَّلٰكِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ، وَاَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ. (المائدہ ۵:۱۰۳)

''اللہ نے کوئی بحیرہ، سائبہ، وصیلہ اور حام نہیں ٹھیرائے، لیکن یہ منکر اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں اور ان میں سے زیادہ عقل سے عاری ہیں۔''

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

اللہ کی عبادت کے معاملے میں قرآن کا یہی فیصلہ ہے جس کی بنا پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی قبروں کو سجدہ گاہ بنا لینے سے منع کیا اور فرمایا ہے کہ اللہ یہود و نصاریٰ پر لعنت کرے، انھوں نے اپنے پیغمبروں کی قبروں کو مسجد بنا لیا۔[۳۰] رخصت ہونے سے پہلے یہ آپ کی آخری نصیحت تھی جس سے اس کی اہمیت کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔

والدین سے حسن سلوک

دوسرا حکم یہ ہے کہ والدین سے حسن سلوک کیا جائے۔ اس کی تعلیم تمام الہامی صحائف میں دی گئی ہے۔ قرآن مجید نے یہاں اور اس کے علاوہ عنکبوت (۲۹) کی آیت ۸، لقمان (۳۱) کی آیات ۱۴۔۱۵ اور احقاف (۴۶) کی آیت ۱۵ میں یہی تلقین فرمائی ہے۔ اس میں شبہ نہیں کہ انسانوں میں سب سے مقدم حق والدین کا ہے۔ چنانچہ اللہ

---

[۳۰] مسلم، رقم ۹۷۲۔

کی عبادت کے بعد سب سے پہلے اسی کو ادا کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ انسان کے والدین ہی اس کے وجود میں آنے اور پرورش پانے کا ذریعہ بنتے ہیں۔ لقمان اور احقاف میں یہ حکم جس طرح بیان ہوا ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان میں بھی ماں کا حق زیادہ ہے:

وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ، حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ وَهْنًا عَلٰى وَهْنٍ، وَّفِصٰلُهٗ فِيْ عَامَيْنِ اَنِ اشْكُرْ لِيْ وَلِوَالِدَيْكَ، اِلَيَّ الْمَصِيْرُ. (لقمان ۳۱:۱۴)

''اور ہم نے انسان کو اس کے والدین کے بارے میں نصیحت کی ہے۔ اس کی ماں نے ضعف پر ضعف اٹھا کر اس کو پیٹ میں رکھا اور اس کا دودھ چھڑانا دو سال میں ہوا۔ (ہم نے اس کو نصیحت کی ہے) کہ میرے شکر گزار رہو اور اپنے والدین کا شکر بجا لاؤ۔ بالآخر پلٹنا میری ہی طرف ہے۔''

بچے کی پرورش کے معاملے میں باپ کی شفقت بھی کچھ کم نہیں ہوتی، لیکن حمل، ولادت اور رضاعت کے مختلف مراحل میں جو مشقت بچے کی ماں اٹھاتی ہے، اس میں یقیناً اس کا کوئی شریک و سہیم نہیں ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اسی بنا پر ماں کا حق باپ کے مقابلے میں تین درجے زیادہ قرار دیا ہے[۳۱]۔ تاہم اس فرق سے قطع نظر اللہ تعالیٰ کی نصیحت ان دونوں ہی کے بارے میں یہ ہے کہ اپنے پروردگار کے بعد انسان کو سب سے بڑھ کر انھی کا شکر گزار ہونا چاہیے۔ یہ شکر محض زبان سے ادا نہیں ہوتا۔ اس کے چند لازمی تقاضے ہیں جو قرآن نے سورۂ بنی اسرائیل کی ان آیات میں بیان کر دیے ہیں۔

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

پہلی بات یہ فرمائی ہے کہ اپنے والدین کے ساتھ آدمی کو اس طرح پیش آنا چاہیے کہ وہ ظاہر و باطن میں ان کی عزت کرے، ان کے خلاف اپنے دل میں کوئی بے زاری نہ پیدا ہونے دے، ان کے سامنے سوء ادب کا کوئی کلمہ زبان سے نہ نکالے، بلکہ نرمی، محبت، شرافت اور سعادت مندی کا اسلوب اختیار کرے۔ ان کی بات مانے اور بڑھاپے کی ناتوانیوں میں ان کی دل داری اور تسلی کرتا رہے۔

اس بڑھاپے کا حوالہ بالخصوص جس مقصد سے دیا گیا ہے، اس کی وضاحت استاذ امام امین احسن اصلاحی نے اس طرح کی ہے:

''... یہی زمانہ ہوتا ہے جس میں ان لوگوں کو ماں باپ بوجھ محسوس ہوتے ہیں جو ان کی ان قربانیوں اور جاں فشانیوں کو بھول جاتے ہیں جو انھوں نے ان کے لیے بچپن میں کی ہوتی ہیں۔ سعادت مند اولاد تو اس بات کو یاد رکھتی ہے کہ جس طرح کبھی ایک مضغۂ گوشت کی صورت میں تجھ کو اپنے والدین کی گود میں ڈالا گیا تھا، اسی طرح اب میرے والدین ہڈیوں کے

۳۱؎ بخاری، رقم ۵۶۲۶۔

ایک ڈھانچے کی صورت میں میرے حوالے کیے گئے ہیں اور میرا فرض ہے کہ میں ان کے احسان کا بدلہ احسان کی صورت میں دوں۔ لیکن ہر شخص اس بات کو یاد نہیں رکھتا۔ یہ اسی بات کی یاد دہانی ہے۔ ورنہ اصل حقیقت یہ ہے کہ والدین ہر دور میں محبت، تعظیم اور احسان کے حق دار ہیں۔'' (تدبر قرآن ۴/۴۹۶)

دوسری بات یہ فرمائی ہے کہ والدین کے سامنے اطاعت و فرماں برداری کے بازو ہر حال میں جھکے رہیں اور یہ اطاعت و فرماں برداری تمام تر مہر و محبت اور رحمت و شفقت کے جذبے سے ہونی چاہیے۔ اس کے لیے 'واخفض لهما جناح الذل من الرحمة' کی تعبیر اختیار کی گئی ہے۔ اس میں یہ تلمیح ہے کہ والدین جس طرح بچے کو پرندوں کی طرح اپنے بازووں میں چھپا کر رکھتے ہیں، بچوں کو بھی چاہیے کہ ان کے بڑھاپے میں اسی طرح ان کو اپنی محبت و اطاعت کے بازووں میں چھپا کر رکھیں۔ اس لیے کہ والدین کی شفقت کا حق اگر کچھ ادا ہو سکتا ہے تو اسی جذبے سے ہو سکتا ہے۔ اس کے بغیر یہ حق ادا کرنا کسی شخص کے لیے ممکن نہیں ہے۔

تیسری بات یہ فرمائی ہے کہ اس کے ساتھ ان کے لیے برابر دعا کی جائے کہ پروردگار جس طرح انھوں نے شفقت و محبت کے ساتھ بچپن میں ہمیں پالا ہے، اسی طرح اب بڑھاپے میں آپ ان پر اپنی رحمت نازل فرمائیں۔ یہ دعا والدین کا حق ہے اور اس حق کی یاد دہانی بھی جو والدین سے متعلق اولاد پر عائد ہوتا ہے۔ پھر یہ اس جذبۂ محبت کی محرک بھی ہے جس کا مطالبہ اللہ تعالیٰ نے والدین سے حسن سلوک کے معاملے میں کیا ہے۔ سورۂ لقمان میں اس کے علاوہ اس حسن سلوک کے حدود بھی بیان ہوئے ہیں۔ لیکن یہ شریعت کا موضوع ہے، لہٰذا انھیں ہم آگے ''قانون معاشرت'' کے زیر عنوان بیان کریں گے۔

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات اس باب میں یہ ہیں:

ابن مسعود کی روایت ہے کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: اللہ تعالیٰ کو کون سا عمل سب سے زیادہ پسند ہے؟ آپ نے فرمایا: وقت پر نماز پڑھنا۔ میں نے پوچھا: اس کے بعد؟ فرمایا: والدین کے ساتھ اچھا برتاؤ۔[۳۲]

ابو ہریرہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس شخص کے لیے ذلت ہے، اس شخص کے لیے ذلت ہے، اس شخص کے لیے ذلت ہے۔ لوگوں نے پوچھا: کس کے لیے، یا رسول اللہ؟ فرمایا: جس کے ماں باپ یا ان میں سے کوئی ایک اس کے پاس بڑھاپے کو پہنچا اور وہ اس کے باوجود جنت میں داخل نہ ہو سکا۔[۳۳]

عبداللہ بن عمرو کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک شخص نے جہاد کی اجازت چاہی۔ آپ نے

۳۲؎ بخاری، رقم ۵۶۲۵۔

۳۳؎ مسلم، رقم ۲۵۵۱۔

پوچھا: تمھارے والدین زندہ ہیں؟ عرض کیا: جی ہاں۔ فرمایا: پھر ان کی خدمت میں رہو، یہی جہاد ہے۔[۳۴]

ابوسعید خدری کہتے ہیں کہ یمن کے لوگوں میں سے ایک شخص جہاد کی غرض سے ہجرت کر کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوا۔ آپ نے پوچھا: یمن میں کوئی عزیز ہے؟ عرض کیا: میرے ماں باپ ہیں۔ فرمایا: انھوں نے اجازت دی ہے؟ عرض کیا: نہیں۔ فرمایا: جاؤ اور ان سے اجازت لو۔ اگر دیں تو جہاد کرو ورنہ ان کی خدمت کرتے رہو۔[۳۵]

معاویہ اپنے باپ جاہمہ سے روایت کرتے ہیں کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: یارسول اللہ، جہاد کے لیے جانا چاہتا ہوں اور آپ سے مشورے کے لیے حاضر ہوا ہوں۔ آپ نے پوچھا: تمھاری ماں زندہ ہے؟ عرض کیا: جی ہاں۔ فرمایا: تو اس کی خدمت میں رہو، اس لیے کہ جنت اس کے پاؤں کے نیچے ہے۔[۳۶]

عبداللہ بن عمرو کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پروردگار کی خوشی باپ کی خوشی میں اور اس کی ناراضی باپ کی ناراضی میں ہے۔[۳۷]

ابوالدردا کہتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جنت کا بہترین دروازہ باپ ہے، اس لیے چاہو تو اسے ضائع کرو اور چاہو تو اس کی حفاظت کرو۔[۳۸]

عمرو بن شعیب اپنی ماں سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتی ہیں کہ ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے عرض کیا: میرے پاس کچھ مال ہے اور میری اولاد بھی ہے، لیکن میرے والد اس مال کے ضرورت مند ہیں۔ آپ نے فرمایا: تم اور تمھارا مال، دونوں والد ہی کے ہیں۔[۳۹]

[باقی]

۳۴؎ بخاری، رقم ۵۶۲۷۔

۳۵؎ ابوداؤد، رقم ۲۵۳۰۔

۳۶؎ نسائی، رقم ۳۱۰۴۔

۳۷؎ ترمذی، رقم ۱۸۹۹۔

۳۸؎ ترمذی، رقم ۱۹۰۰۔

۳۹؎ ابوداؤد، رقم ۳۵۳۰۔

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org